باب ۶: ہماری قوم کی طاقت

وہ کیا چیز ہے جو کسی قوم کو بلندی پر لے جاتی ہے؟ اور اس کی بنیادوں کو ٹھوس اور مضبوط کرتی ہے۔

وہ کیا چیز ہے جو اس میں دشمن کے مقابلے میں دفاع کرنے کی قوت پیدا کرتی ہے؟

وہ چیز سونا جواہرات نہیں ہیں۔ وہ چیز اس کی عظیم سلطنت ہے جنگ میں دشمن پر ٹوٹ پڑو،

اس مملکت کی بنیادیں دھنسا دینے والی ریت پر رکھی ہیں مستحکم چٹان پر نہیں

کیا عظمت والی وہ چیز تلوار ہے؟ سلطنتوں کی سرخ دھول سے پوچھو

خون نے ان تلواروں کو زنگ لگا دیا ہے ان کی شان و شوکت زائل ہو چکی ہے۔

کیا وہ چیز فخر ہے؟ ہاں، یہ وہ روشن تاج ہے جو قوموں کو بہت پیارا ہوتا ہے۔

لیکن خدا نے اس کی چمک دمک کو ختم کر دیا ہے۔ وہ اب راکھ کا ڈھیر بن کر اپنے ہی قدموں میں ڈھیر ہو چکا ہے

صرف سونا چاندی کسی ملک کو عظمت نہیں دلاتی اس کی عظمت کو بلند کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو سچائی اور عزت کی خاطر بہادر مرد کام کرتے ہیں جبکہ دوسرے سوتے ہیں

یہ وہ لوگ ہیں جو جرات کا مظاہر کرتے ہیں جبکہ باقی فرار ہو جاتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اس قوم و ملت کے ستونوں کی بنیاد گہری کرتے ہیں اور ان ستونوں کو بہت بلندی بخشتے ہیں۔

شاعر: ولیم ریلف امیر سن

باب ۷: پاکستان میں زندگی

ہشام اپنے والدین کے ساتھ فرانس میں رہ رہا تھا لیکن پھر اس کے والد نے پاکستان میں نیا کاروبار شروع کیا اور اسے فرانس سے ہجرت کرنا پڑی۔ ہشام ناخوش اور اداس تھا کیونکہ اس نے اپنا پورا بچپن فرانس میں گزارا تھا اور اب پاکستان کی زندگی اس کے لیے بالکل نئی تھی۔ وہ اکثر اپنے والدین کے ساتھ بطور مہمان پاکستان جاتے تھے لیکن اس بار ان کے لیے بالکل مختلف تجربہ تھا۔ وہ لاہور منتقل ہو کر آباد ہو گئے۔ اس کے والد نے ایک پر تعیش اور آرام دہ اپارٹمنٹ خریدا، اور ہشام کو یہ فلیٹ بہت پسند آیا۔

اگلا مرحلہ اس کے اسکول میں داخلے کا تھا۔ وہ نئے ماحول، اسکول اور طلبہ سے خوفزدہ تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔ وہ بہت خوش قسمت تھا کہ یہاں پاکستان میں بہترین اسکول ہیں اور اچھے دوست ہیں۔ ایک غیر ملکی ہونے کے ناطے اس کے لیے خود کو نئے ماحول میں فٹ کرنا آسان نہیں تھا لیکن اس کے اساتذہ اور ہم جماعتوں نے اس کی

مدد کی۔ سب نے اسے سلام کیا اور اچھا سلوک کیا۔ کسی نے اسے اجنبی محسوس نہیں ہونے دیا۔ اس نے پاکستان کے بارے میں بہت سی منفی باتیں سن رکھی تھیں، کہ لوگ بد تمیز اور عدم تعاون کرنے والے ہیں۔

اس نے یہ بھی سن رکھا تھا وہ کبھی دوسروں کی مدد نہیں کرتے اور دوسروں کو حتی الامکان تنگ کرتے ہیں۔ لیکن خوش قسمتی سے، یہ جب وہ پاکستان آیا تو معاملہ بالکل برعکس تھا، کیونکہ اس کا سب نے پرتپاک استقبال کیا۔ وہ اپنے پرانے اسکول اور دوستوں کو بہت کم یاد کرتا تھا۔ وہ اپنے نئے اسکول میں خوش تھا۔ آج جب وہ گھر واپس آ گیا تو اس کی امی نے اسے ایک خط دیا۔ لفافے پر نام دیکھ کر وہ بہت پرجوش تھا۔ یہ فرانس سے اس کا دوست عادل تھا۔ اس نے خط پڑھا اور پھر اپنے فرانسیسی دوست کو جواب لکھنے بیٹھ گیا:

سیکٹر B-11 7

جوہر ٹاؤن لاہور 7

جولائی ۲۰۲۲

پیارے عادل

مجھے خط بھیجنے اور اپنی قیمتی یادوں میں یاد رکھنے کا بہت بہت شکریہ۔ بہت مہینوں بعد آپ کے حالات پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ مجھے امید ہے کہ آپ فرانس میں ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ میں نے ان تصاویر سے لطف اندوز ہوا ہوں جو آپ نے اپنے اسکول کے دورے کے دوران آئیفل ٹاور کے سامنے اپنی کلاس کے ساتھ لی ہیں۔ میں واقعی آپ سب کو یاد کرتا ہوں۔ آپ نے میرے پاکستان میں زندگی گزارنے کے بارے میں پوچھا، تو میں آپ کو بتاتا ہوں، یہ بالکل حیرت انگیز تجربہ ہے۔

میری نئی کلاس، طلبہ اور اساتذہ سب بہت دوستانہ اور تعاون کرنے والے ہیں۔ پہلے تو میں پریشان تھا اور میرا دماغ بہت سی غلط فہمیوں کا شکار تھا کیونکہ یہاں میرا کوئی دوست نہیں تھا لیکن انہوں نے مجھے تنہا محسوس نہیں ہونے دیا۔ مجھے یہاں اجنبی پن بالکل محسوس نہیں ہوا۔ اساتذہ بہت قابل اور ملنسار ہیں۔

پچھلے ہفتے میں نے ایک دوست بنایا جس کا نام جمال ہے۔ وہ بہت باتونی لیکن ذہین لڑکا ہے۔ اس نے میرے تمام پرانے ہوم ورک کو مکمل کرنے میں میری مدد کی۔ میں اردو میں محنت کر رہا ہوں کیونکہ یہ میرے لیے ایک نیا موضوع ہے۔ جمال اردو میں میری مدد کر رہا ہے۔ میں اردو لکھنا اور پڑھنا سیکھ رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ چند دنوں میں میں اس میں اچھی خاصی دسترس حاصل کر لوں گا۔

ویسے آپ نے پاکستان آنے کا وعدہ کیا تھا۔ تو کب آنے کا ارادہ ہے؟ میرا مشورہ ہے کہ آپ گرمیوں کی چھٹیوں میں آئیں۔ میرے والد کہہ رہے تھے کہ وہ ہمارے لیے سفر کا بندوبست کریں گے۔ ہم شمالی علاقہ جات جائیں گے اور میں آپ کو پاکستان کی خوبصورتی دکھاؤں گا۔ میں آپ سے جلد ملنے کے لیے بے چین ہوں۔ اب مجھے اپنا پراجیکٹ مکمل کرنا ہے، اس لیے میں اپنا خط یہیں ختم کر رہا ہوں۔

تمام دوستوں اور اساتذہ کو میرا اسلام کہنا۔

آپ کا دوست،

ہشام

باب ۸: گداگری۔ ایک لعنت

پاکستان سمیت کئی ممالک میں بھیک مانگنا ایک سنگین مسئلہ ہے۔ یہ ایک سماجی مسئلہ ہے جو نہ صرف بھکاریوں بلکہ پورے معاشرے کو متاثر کرتا ہے۔ بھیک مانگنے سے عام طور پر مراد یہ ہوتی ہے کہ عوامی مقامات پر دوسروں سے پیسے، خوراک، یا دیگر ضروریات مانگے جائیں۔

پاکستان میں سڑکوں، ٹریفک کے اشاروں اور یہاں تک کہ پبلک ٹرانسپورٹ میں بھیک مانگنا ایک عام سی بات بن گئی ہے۔ بہت سے لوگ، خاص طور پر بچوں کو، ان کے اہل خانہ بھیک مانگنے پر مجبور کرتے ہیں، جن کا خیال ہے کہ یہ پیسہ کمانے کا ایک تیز ترین طریقہ ہے۔ تاہم، یہ بات حقیقت سے بہت دور ہے۔ بھیک مانگنا زندگی کا ایک خطرناک اور غیر صحت بخش طریقہ ہے جو ان بھیک مانگنے والوں کو جسمانی اور جذباتی زیادتی کا نشانہ بناتا ہے۔

پاکستان میں بھیک مانگنے کی بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ غربت ہے۔ ملک میں بہت سے خاندان غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے بچوں کو سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لیے بھیجتے ہیں تاکہ خوراک اور دیگر ضروریات کے لیے پیسے کما سکیں۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہیں جو معذوری یا بیماری میں مبتلا ہیں جو کام کرنے سے قاصر ہیں اور اپنی کفالت کے لیے بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔

بھیک مانگنے کا معاشرے پر بھی منفی اثر پڑتا ہے۔ یہ بیماریوں کے پھیلاؤ کا سبب بنتا ہے، کیونکہ بھکاری اکثر غیر صحت بخش حالات میں رہتے ہیں اور انہیں بنیادی صحت کی دیکھ بھال تک رسائی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ، یہ سیاحوں اور مقامی باشندوں کے لیے ناخوشگوار ماحول پیدا کرتا ہے، جس سے شہر گندا اور بے ترتیب نظر آتا ہے۔

حکومت پاکستان نے بھیک مانگنے کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے اقدامات کیے ہیں لیکن ابھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک حل یہ ہے کہ غریب خاندانوں کو مالی امداد فراہم کی جائے تاکہ انہیں اپنے بچوں کو بھیک مانگنے کے لیے بھیجنے کا سہارا نہ لینا پڑے۔ حکومت بھکاریوں کو تعلیم اور تربیت بھی فراہم کر سکتی ہے، تاکہ وہ نئے ہنر سیکھ سکیں اور روزگار تلاش کریں۔

الغرض، پاکستان میں بھیک مانگنا ایک سنگین مسئلہ ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ یہ پیسہ کمانے کا ایک تیز تر طریقہ لگتا ہے، لیکن یہ زندگی کا ایک خطرناک اور غیر صحت بخش طریقہ ہے۔ جس سے غریب لوگوں کا استحصال کیا جاتا ہے اور ان کو گداگری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں، گداگری بیماریوں کے پھیلاؤ کا سبب بھی بنتی ہے۔ حکومت اور معاشرے کو ایسے حل تلاش کرنے کے لیے مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے جس سے بھکاریوں کو معمول کی زندگی گزارنے میں مدد ملے۔

باب ۹: بچوں کے ساتھ زیادتی

موجودہ دور میں، کوئی بھی بچوں کے ساتھ زیادتی کے بارے میں بات کرنے سے گریز نہیں کر سکتا۔ اب وقت آگیا ہے کہ بچے جان لیں کہ اجنبیوں کا خطرہ کیا ہے، کس طرح انہیں جہالت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اور انہیں اس حوالے سے ان لوگوں سے بات کرنی چاہیے جن پر وہ بھروسہ کرتے ہیں۔ ہمیں یہ ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ بدسلوکی صرف جسمانی تشدد تک محدود نہیں ہوتی۔ یہ کئی شکلیں اختیار سکتی ہے۔ مختصراً، کسی بھی قسم کی بدسلوکی جو کسی بچے کو کسی بالغ سے دھمکیوں کی صورت میں پیش پیش آئے یا جو بچے کے ساتھ تشدد پر مبنی ہو بدسلوکی کے دائرے میں آتی ہو۔ اس میں نظر انداز کرنا، جسمانی استحصال اور ذہنی اذیت بھی شامل ہو سکتی ہے۔

گھریلو تشدد اس وقت ہوتا ہے جب گھر میں کسی بچے کے ساتھ بد سلوکی کی جاتی ہے، چاہے بد سلوکی کرنے والا بچے کے والدین میں سے ہو یا سرپرست ہو۔ بعض اوقات بچوں کو دوسرے بالغ افراد کی طرف سے بد سلوکی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان بالغ افراد پر بچوں کا انحصار بھی ہوتا ہے، جیسے ڈے کیئر فراہم کرنے والے، اساتذہ، کھیلوں کے کوچ وغیرہ۔ کبھی کبھار، بد سلوکی جان بوجھ کی جاتی ہے، لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ اگر والدین یا دیگر دیکھ بھال کرنے والے بچے کی دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہوں تو بد سلوکی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ وہ سائنس دان طرز عمل کی نفسیات کا تجربہ رکھتے ہیں وہ بچوں کے ساتھ بد سلوکی کی پانچ عمومی اقسام بیان کرتے ہیں:

1. ان میں جسمانی تشدد کے تمام طریقے شامل ہے۔ جذباتی یا نفسیاتی زیادتی اس وقت ہوتی ہے جب ایک بالغ شخص بچے کو باقاعدگی سے ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہتا ہے، بچے کے ساتھ معاندانہ یا لاتعلّقی کا رویہ اختیار کرتا ہے، یا جان بوجھ کر اس بچے کو ڈراتا ہے۔
2. بد سلوکی کی اور شکل جسمانی لاتعلّقی ہے، یہ اس وقت ہوتی ہے جب والدین بچے کو وہ دیکھ بھال اور پرورش فراہم کرنے میں ناکام رہتے ہیں جس کی بچوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ اسکول میں ساتھی طلبہ کی طرف سے بھی لاتعلّقی کا رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ کسی بچے کو اس کی کلاس یا اسکول کے ساتھی، یہاں تک کہ کھیل کے ساتھی کی طرف سے غنڈہ گردی، برے سے نام پکارنا یا برا بھلا کہنا بھی نظر انداز کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔
3. نظر انداز کرنا یا لاتعلّقی کا اظہار کرنا ایک جذباتی یا نفسیاتی رویہ ہے۔ جب بچوں کو بار بار مثبت انداز میں توجہ دینے سے انکار کیا جاتا ہے، تو وہ جذباتی طور پر نظر انداز ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح کی لاتعلّقی کی صورت میں بچہ محبت، تحفظ اور گرمجوشی کے جذبات سے محروم ہو جاتا ہے۔ کسی بالغ شخص کی طرف سے بچے کے ساتھ زبردستی بچے کے دماغ پر منفی اثرات ڈالتی ہے۔
4. بچوں کے ساتھ بد سلوکی کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ 2010 میں لیڈن یونیورسٹی اور ٹی این او (نیدرلینڈز آرگنائزیشن فار اپلائیڈ سائنٹیفک ریسرچ) کی طرف سے بچوں کے ساتھ بد سلوکی کی حد اور اقسام پر کی گئی ایک تحقیق میں پتا چلا کہ ہر سال نیدرلینڈ میں ایک اندازے کے مطابق 119,000 نوجوان کسی نہ کسی طریقے سے زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔ کسی بھی قسم کی بد سلوکی، خواہ جسمانی ہو یا ذہنی، بچے کے ذہن پر ہمیشہ کے لیے ایک تکلیف دہ اثر چھوڑتی ہے۔
5. ایک تکلیف دہ تجربہ ایک خوفناک، خطرناک اور پر تشدد واقعہ ہوتا ہے جو بچے کی زندگی یا جسمانی سالمیت کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ تکلیف دہ واقعات شدید احساسات اور رد عمل کا سبب بن سکتے ہیں جو وقوع پذیر ہونے کے بعد طویل

عرصے تک جاری رہتے ہیں۔ دل کا دھڑکنا، الٹی آنا، یا آنتوں یا مثانے کے کنٹرول میں کمی جیسے جسمانی عارضوں کے علاوہ، بچے اپنے مستقبل کے بارے گھبراہٹ، بے بسی، یا خوف محسوس کرتے ہیں۔

بچوں کو بدسلوکی کے مضر اثرات سے کیسے بچایا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ والدین ہیں تو اپنے بچوں کی پرورش کریں ۔ان کی جسمانی، سماجی، جذباتی اور نفسیاتی نشوونما پر بھی توجہ دیں۔ والدین کو بچوں کو یہ احساس دلانا چاہیے کہ وہ خاص اور منفرد ہیں۔ بچوں کو محسوس کرنا چاہیے کہ وہ اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں سے پیار کرتے ہیں۔ اگر آپ بدسلوکی کا شکار ہونے والے کسی بچے کے دوست، پڑوسی، یا رشتہ دار ہیں، تو اس کے لیے اپنی محبت اور حمایت کا اظہار کریں۔ ایک بڑی بہن یا بھائی کے طور پر، اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال میں اپنے والدین کی مدد کریں تاکہ آپ کے والدین کو کچھ آرام میسر آسکے اور آپ سب ایک ساتھ معیاری وقت گزار سکیں۔ اس سے آپ کے والدین کا مزاج بہتر رہے گا اور وہ بدمزاج نہیں ہوں گے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزاریں تاکہ ان کے ساتھ ربط پیدا ہوسکے۔

بچوں کی حفاظت کے پروگراموں کو تیار کرنے اور فروغ دینے کے لیے والدین کو کمیونٹی لیڈر اور اسکول کے ساتھ اشتراک کی بھی ضرورت ہے۔ تمام بچوں کو محفوظ رکھنے کے لیے والدین کو تربیت دینے کی بھی ضرورت ہے۔ بڑے بچوں کو اجنبیوں کے خطرے سے خبردار کرنے کے لیے چھوٹے بچوں سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا، اگر آپ کسی بچے کے ساتھ زیادتی کے بارے میں جانتے ہیں، تو کسی ایسے بزرگ سے بات کریں جس پر آپ بھروسہ کرتے ہیں یا متعلقہ حکام کو اس کی اطلاع دیں۔

باب ۱۰: جناح ایک عظیم قائد

دسمبر کی 25 تاریخ تھی۔ ساتویں جماعت کے طلبہ بہت پرجوش تھے۔ انہوں نے قائد کے بارے میں ایک ڈرامے کی منصوبہ بندی اور ریہرسل کر رکھی تھی۔ اس ڈرامے کا مرکزی خیال قائد کے مشہور ترین اقتباسات میں سے ایک تھا: ''فیصلہ کرنے سے پہلے سو بار سوچو، لیکن ایک بار فیصلہ کر لینے کے بعد ایک مرد کی طرح اس پر قائم رہو''۔

تمام طلبہ اسٹیج پر جا کر اپنا اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کی تاریخ اور کارناموں کے بارے میں تمام بنیادی معلومات پڑھ رکھی تھیں۔ ہال والدین، اساتذہ اور طلبہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہ ڈرامے کے شروع

ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ قائد کا یوم پیدائش منانا انہیں ہمیشہ خوشی دیتا ہے اور انہیں آزادی کے لیے ان کی غیر متزلزل جدوجہد کی اہمیت کی یاد دلاتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے نئی ریاست کو قائم ہوئے 75 سال ہو چکے ہیں۔ انتھک جدوجہد اور مسلمانوں کی قربانیوں کا تقاضا تھا کہ انہیں آزادی ملے۔ قائد کی غیر معمولی قیادت کی وجہ سے ایسا ممکن ہوا۔ قائد برصغیر کے عظیم ترین رہنما تھے، اسی لیے برصغیر کے مسلمانوں نے انہیں قائداعظم کا خطاب دیا۔ قائد برصغیر کے عظیم ترین رہنما تھے، اسی لیے برصغیر کے مسلمانوں نے انہیں قائداعظم کا خطاب دیا۔ وہ بلاشبہ 20 ویں صدی میں پیدا ہونے والے عظیم ترین رہنماؤں میں سے تھے۔ وہ ایک باکردار آدمی تھے اور جس مقصد کے لیے وہ اور ان کے ساتھی جدوجہد کر رہے تھے اس پر وہ پکا یقین رکھتے تھے۔ قائد کو ان کی کوششوں پر پختہ یقین تھا جس نے ایک نئی مسلم ریاست کے قیام کی راہ ہموار کی۔ نئی ریاست کا نام پاکستان رکھا گیا، اور یہ 14 اگست 1947 کو وجود میں آئی۔

جب برصغیر کی تقسیم ہوئی تو دنیا کے اس حصے میں جس پر انگریزوں کی حکومت تھی، تقریباً پچانوے ملین مسلمان آباد تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس زمانے کی شاہی ریاستوں میں رہتی تھی۔ چھ سال کی عمر میں، محمد علی جناح نے کراچی، پاکستان میں سندھ مدرستہ الاسلام میں داخلہ لیا۔ ہائی اسکول کی تعلیم کے لیے انہوں نے کرسچن مشن ہائی اسکول کراچی میں تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ گئے اور لنکنز ان، لندن سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ محمد علی جناح ایک باکمال بیرسٹر اور عظیم سیاست دان تھے۔ وہ 20 سال کی عمر میں بمبئی واپس آئے اور اس وقت شہر کے واحد مسلمان بیرسٹر بن گئے۔ محمد علی جناح کو گھڑ سواری پسند تھی۔ انہیں شاعری اور انگریزی ادب پڑھنا پسند تھا۔

محمد علی جناح نے آزادی کی جدوجہد میں سب سے زیادہ قابل تعریف اور معروف سیاست دانوں کے طور پر ہندوستان کے مسلمانوں کی پوری لگن سے قیادت کی۔ وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ایک قابل حامی اور وکیل تھے۔ وہ ان مسائل کو بخوبی سمجھتے تھے جن کا اس وقت دوسرے ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو سامنا تھا۔

دسمبر 1945 میں، قائد نے قاہرہ کا دورہ کیا اور دوسرے عالمی رہنماؤں کے ساتھ اپنے خیالات اور علیحدہ ریاست کی ممکنات پر تبادلہ خیال کیا۔ بعد ازاں مئی 1947 میں انہیں مسلم ایسوسی ایشن کے صدر کا ایک خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا:

"ہم نے کانفرنس کی میٹنگ کو ایک واقعہ کے طور پر لیا ہے تاکہ اپنے نمائندے کو، جو سب سے زیادہ وفادار اور سچے مسلمان مصری ہیں، کو ہندوستان میں بھیجیں اور نہ صرف تحریری طور پر بلکہ زبانی طور پر بھی مصر کی طرف سے تحریک پاکستان کے لیے مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا جاسکے۔"

عالمی رہنما جب پاکستان کا دورہ کرتے ہیں تو قائد کو ہمیشہ زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جنوبی افریقہ سے تعلق رکھنے والے شہرہ آفاق اور حریت پسند رہنما نیلسن منڈیلا نے قائد کی جائے پیدائش، کھارادر، کراچی میں وزیر مینشن کی مشہور عمارت کا دورہ کیا۔ بانی پاکستان کے نوادرات جو میوزیم میں رکھے گئے تھے انہوں نے منڈیلا کو بہت متاثر کیا۔

قائد نے ان نوادرات کو اپنی زندگی میں استعمال کیا۔ 12 اکتوبر 1992 کو پاکستان کے دورے کے بعد نیلسن منڈیلا نے تاثرات دیے کہ " علی جناح جیسے قائد سے متعلق ہر شئے ایک تاثیر رکھتی ہے۔'

وقت آ گیا ہے کہ ہم قائداعظم کی زندگی اور کردار کا مطالعہ کریں۔ قائد کے وژن کو سمجھنا اور ان کے ویژن کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنا بھی ضروری ہے۔ اس طرح ہم ایک ترقی پذیر پاکستان حاصل کر سکتے ہیں جو ہمارے پیارے قائد کا خواب تھا۔

باب ۱۱: مستقبل کے لیے تعلیم

صورتحال: دو دوست بیٹھے ہیں اور اپنے مستقبل کے منصوبوں پر بات کر رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ پیشے اپنا کر اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے مستقبل کی تعلیم کے حوالے سے اپنے خیالات ایک دوسرے کو آگاہ کر رہے ہیں:

طحا: ہیلو، بلال۔ تم کیسے ہو؟

بلال: میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟

طلحہ : میں بھی اچھا ہوں۔ تم نے اپنے مستقبل کے لیے کیا منصوبہ بنایا ہے؟ فائنل امتحانات پاس کرنے کے بعد تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

بلال: مجھے اپنی اعلیٰ تعلیم کے بارے میں کافی یقین ہے۔ میڈیکل سائنس مستقبل کے لیے میرا آخری انتخاب ہوگا۔

طلحہ : واہ، یہ واقعی بہت اچھا خیال ہے۔ تو، اس حوالے سے تمہاری کیا تیاری ہے؟

بلال: تم جانتے ہو کہ حیاتیات میرا پسندیدہ مضمون ہے، اور مجھے امید ہے کہ میں آخری امتحان میں اچھے نمبر حاصل کرلوں گا۔ سب کچھ نتیجہ پر منحصر ہے۔

طلحا : ۔ تم ڈاکٹر کیوں بننا چاہتے ہو؟ پیشے تو بہت سارے ہیں۔

بلال: دراصل میرا خاندان دیہات سے تعلق رکھتا ہے۔ گاؤں کی زندگی میرے لیے ہمیشہ دلکش رہی ہے۔ یہ فطرت سے بھرپور ہے، اور لوگ مہربان اور مہمان نواز ہیں۔ لیکن انہیں وہاں بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ طبّی سہولیات کا فقدان ہے۔ ہسپتال میں مستقل ڈاکٹرز نہیں ہیں۔ میں گاؤں کے لوگوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں ڈاکٹر بن کر ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

طلحا: میں واقعی تمہارے خیالات سے متاثر ہوں۔ میں تمہارے مستقبل کے منصوبوں کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔
بلال: بہت شکریہ۔ مجھے اپنے خواب کی تکمیل کے لیے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ تمہارا مستقبل میں کیا بننے کا ارادہ ہے؟ تم کون سا پیشہ اختیار کرنا چاہتے ہو؟

طلحا: میں بھی اپنے لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ تم چاہتے ہو۔ میں نے قانون پڑھنے کا ارادہ کرلیا ہے۔

بلال: بہت اچھا ! لیکن قانون کیوں؟ کیا اس پیشے کو منتخب کرنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟

طلحا: میں سیاست میں آنا پسند کروں گا۔ میری خواہش ہے کہ سیاست میں حصہ لوں تاکہ میں موجودہ بے چینی اور اضطرابی صورتحال کو ختم کرکے اپنے ملک کی خدمت کروں۔

بلال: تم نے ایک بہت ہی مشکل لیکن دلچسپ پیشے کا انتخاب کیا ہے۔ درحقیقت میں تمہاری شخصیت میں قائدانہ خصوصیات دیکھ رہا ہوں۔

طحہ: تمہاری پذیرائی کا شکریہ۔ میں صرف ایک محب وطن لیڈر بننا چاہتا ہوں۔ میرا مقصد معاشرے سے ہر قسم کی بدعنوانی اور ناانصافی پر مبنی برائیوں کو ختم کرنا ہے۔

بلال: مجھے یقین ہے کہ ایک دن ہم تم پر فخر کریں گے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک محنتی اور ثابت قدم آدمی کے لیے کچھ بھی کرنا ناممکن نہیں ہے۔

طحہ: ہاں، میں ہمیشہ چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور اس کے خلاف کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑی سی محنت اور جذبے سے سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بلال: بہت خوب ! مجھے یہ کہنا چاہتا ہوں تمہارا پیشہ برداشت اور قربانی چاہتا ہے۔ کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟

طحہ: تم ٹھیک کہتے ہو۔ ایک اچھا لیڈر بننے کے لیے برداشت اور قربانی کی ضرورت ہے، اور میں بالکل تیار ہوں۔

بلال: اپنے عزم کو بلند رکھو۔ میں واقعی تمہارے مستقبل کے منصوبے کو سراہتا ہوں اور تمہارے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں

طحہ: ٹھیک ہے، مجھے اب اجازت دیں۔ بہت بہت شکریہ

. **بلال:** پھر ملیں گے۔

باب ۱۲: میڈیا کا کردار

میڈیا ہمیں آگاہی، تعلیم اور تفریح فراہم کرکے معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حالیہ دنوں میں میڈیا ہماری روزمرہ کی زندگی کا لازمی حصہ بن چکا ہے۔ اس کی مختلف شکلیں ہیں جیسے اخبارات، ٹیلی ویژن، ریڈیو، انٹرنیٹ، اور سوشل میڈیا۔

میڈیا کا آغاز برقی ٹیلی گراف کے دور سے ہوتا ہے، جسے 1837 میں سیموئیل مورس نے امریکہ میں پیٹنٹ کیا تھا۔ اس ٹیلی گراف ٹیکنالوجی نے کسی فرد یا گروپ کو جسمانی طور پر پیغام پہنچانے کی ضرورت سے مستغنی کر دیا۔ اب ابلاغ ٹیلی گراف کے ذریعے کیا جاتا تھا اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پیغام کو 5 میل یا 500 کا سفر کرنا پڑے۔ اس لیے میڈیا کا آغاز 1837 میں ہوا۔

میڈیا میں ہماری رائے کو تشکیل دینے اور ہماری فیصلہ سازی پر اثر انداز ہونے کی طاقت ہے، جس سے معاشرے میں اس کے کردار کو سمجھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ میڈیا کا ایک اہم کردار عوام کو معلومات فراہم کرنا ہے۔ خبر رساں ادارے مقامی، قومی اور بین الاقوامی واقعات پر رپورٹ کرتے ہیں اور سیاست، معاشیات، کھیلوں اور تفریح کے بارے میں اپ ڈیٹ فراہم کرتے ہیں۔ اس سے افراد کو اپنے ارد گرد کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے اس کے بارے میں باخبر رہنے اور درست فیصلے کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تاہم، اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ میڈیا کی طرف سے فراہم کردہ معلومات درست اور غیر جانبدارانہ ہوں۔

میڈیا بھی عوام کی آگاہی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ پر تعلیمی پروگرام سائنس سے لے کر تاریخ موجودہ حالات تک مختلف موضوعات پر معلومات فراہم کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم کو علم اور خیالات کو پھیلانے کے لیے تعلیمی ٹولز کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تاہم، سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلائی جانے والی غلط معلومات سے باخبر رہنا ضروری ہے۔

یہ لوگوں کے لیے اپنی رائے اور خیالات کے اظہار کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ یہ مکالمے اور بحث مباحثے کے لیے ایک پلیٹ فارم بنانے میں مدد کرتا ہے، خیالات اور نقطہ نظر کے تبادلے کو فروغ دیتا ہے۔ میڈیا کم نمائندگی والے گروہوں کو بھی اظہار خیال کا موقع دیتا ہے اور سماجی مسائل کے بارے میں بیداری پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے۔ تاہم، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ میڈیا میں پیش کی جانے والی تمام آراء درست یا فائدہ مند نہیں ہوتیں۔

الغرض، میڈیا معاشرے میں معلومات اور تعلیم کی فراہمی سے لے کر مکالمے اور بحث کو فروغ دینے تک ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ میڈیا میں ممکنہ تعصّبات اور غلط افکار سے آگاہ ہونا اور معلومات کا تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے۔ معاشرے میں میڈیا کے کردار کو سمجھ کر، ہم باخبر اور باعمل شہری بن سکتے ہیں۔ میڈیا کی نئی شکلیں ویب سائٹس، بلاگز، ای میلز، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، ویڈیو شیئرنگ پلیٹ فارمز، آن لائن اخبارات، آن لائن فورمز، وکی پیڈیا، مصنوعی حقیقت، پوڈکاسٹ، وی لاگز، اور ویبی نار ہیں۔ یہ فہرست وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

نئے دور کے فوائد

سوشل میڈیا سب سے مشہور میڈیا آؤٹ لیٹس میں سے ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے لوگوں کو ایک بٹن کے کلک پر معلومات تک رسائی حاصل کرنے اور فی الواقع کسی چیز کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔

سوشل میڈیا کے آداب

اگرچہ سوشل میڈیا اور دیگر میڈیا آؤٹ لیٹس تک رسائی کے بے شمار فوائد ہیں، لیکن معلومات کی رازداری کے تصور کو سمجھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ انٹرنیٹ پر صرف متعلقہ اور محدود معلومات کا اشتراک ہی نئے دور میں توازن قائم کرنے کی راہ ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے بات چیت کرتے وقت ہمیشہ مناسب زبان کا استعمال کریں، اور ایسی معلومات نہ پھیلائیں جو درست نہیں ہیں یا جن کی ابھی تصدیق نہیں ہوئی ہے۔

اپنے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ مفید معلومات کا اشتراک کریں تاکہ دوسرے آپ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ آج کے سوشل میڈیا آؤٹ لیٹس اس دنیا میں اور اللہ کی نظر میں نیکی کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ افسوسناک اور پر تشدد تصاویر/ویڈیوز شیئر کرنے سے گریز کریں اور لوگوں کو معاشرے میں اچھائی کو اپنانے کی ترغیب دلائیں۔ میڈیا آؤٹ لیٹس کا بہترین آغاز ہو سکتا ہے۔

سوشل میڈیا ایک ذمہ داری ہے

نتیجتاً، ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ آلہ بذات خود ایک ذمہ داری ہے جسے ہمیں احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے۔ جس طرح ہم اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہمیں کوئی نقصان دہ چیز نظر نہ آئے، اور نہ ہم کوئی مضر بات کریں، یا کسی کو ضرر نہ پہنچائیں، ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ سوشل میڈیا پر بھی یہی اصول لاگو ہوتے ہیں۔ ایک اچھی پوسٹ آپ کو 1000 نیکیوں کا ثواب دے سکتی ہے اور اسی طرح ایک بری پوسٹ آپ کو 1000 برے کاموں کی سزا دلا سکتی ہے کیونکہ آپ کی پوسٹ اب بہت زیادہ لوگ دیکھیں گے۔ بحیثیت مسلمان یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہم سوشل میڈیا پر جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں اس کے لیے ہم جوابدہ ہوں گے، لہٰذا اس کا دانشمندی سے استعمال ہی ہماری زندگی کو صحت مند بنائے گا اور اس طرح ہم اللہ کو بھی راضی کر سکیں گے۔